خدیجہ مستور

پیدائش: ۱۹۲۷ء

وفات: ۱۹۸۲ء

تصانیف: ٹھنڈا میٹھا پانی، آنگن، تھکے ہارے، زمین

زمین

حاصلاتِ تعلّم: اس سبق کی تدریس کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ: ۱- عدالتی فیصلے، وکالت نامے سمجھ کر پڑھ سکیں۔ ۲- بات درمیان سے سن کر سیاق و سباق کے ساتھ بیان پر قادر ہو سکیں۔ ۳- روزمرّہ زندگی کے حوالے سے مفصل روداد یا آنکھوں دیکھا حال تحریر کر سکیں۔

اس نے دیکھا، ابّا دُور سے ٹہلتے ہوئے چلے آرہے ہیں اور راستے میں رُک رُک کر لوگوں سے باتیں کرتے جا رہے ہیں۔ انھیں کیمپ کی بہ ظاہر نظر آنے والی ذرا ذرا سی بات کا علم رہتا۔ کتنے لوگ آئے ہیں، کتنے خاندان چلے گئے، کتنے جانے والے ہیں اور کون کہاں جا رہا ہے۔ جانے والی بات سناتے ہوئے ابّا کی آنکھوں میں چمک آجاتی۔ ''ایک دن ہم بھی چلے جائیں گے، بہت جلدی، سُنا تم نے بِٹیا؟ کوئی ہم سدا تو یہاں نہیں رہیں گے!''

اب سُورج ڈھل گیا تھا۔ بسیرا لینے والے پرندے درختوں پر شور مچا رہے تھے۔ وہ ایک دم اُداس ہو گئی۔ بیگمات اب واپس جا رہی تھیں اور کھانے کی دیگیں ریڑھے پر سے اُتاری جا رہی تھیں۔ بجلی کے کھمبوں پر کم پاور کے بلب پکے پھوڑوں کی طرح چمک اُٹھے۔ اس نے دیکھا کہ ابّا اس کی طرف آرہے ہیں۔ مگر اب وہ کچھ اس طرح چل رہے تھے جیسے خود کو گھسیٹ رہے ہوں۔ وہ لپک کر ابّا کے پاس پہنچ گئی تو انھوں نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھ دیا۔

''ابّا! آپ کی طبیعت ٹھیک تو ہے نا؟''

''ٹھیک ہوں بِٹیا! بالکل ٹھیک ہوں۔ لوگ کہہ رہے ہیں ''آج گوشت کی دیگیں آئی ہیں، تم لپک کر برتن تو اُٹھا لاؤ بِٹیا۔''

''آپ اندر چل کر لیٹیے، کھانا آہی جائے گا۔''

''ارے نہیں بٹیا! تم دیکھتی نہیں لوگ کس طرح دیگوں پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔'' وہ ہنسنے لگے۔ ''ساری بوٹیاں ختم ہو جائیں گی، تم میرے آرام کی خاطر بھوکی رہ جاؤ گی۔ سالن کی خوش بُو آ رہی ہے نا!'' اُنھوں نے ساجدہ کے شانے سے ہاتھ ہٹا لیا

مگر ہاتھ ہٹاتے ہی وہ پیٹ پکڑ کر اس طرح جھک گئے جیسے گر پڑیں گے۔

"بھاڑ میں جائے کھانا، آپ اندر چلیے۔" جب وہ ابّا کو سہارا دے کر اندر لا رہی تھی تو اس نے محسوس کیا کہ ان کے پاؤں کانپ رہے ہیں۔

ابّا کو لٹا کر اس نے دوا کی شیشی اُٹھائی تو انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا۔

"کیوں ابّا؟"

"اس دوا سے فائدہ نہیں ہو رہا، ڈاکٹر سے کہو کہ ...." ابّا نے ہونٹ بھینچ لیے۔

"میں ڈاکٹر کے پاس جاتی ہوں ابّا! میں اسے ابھی لاتی ہوں۔" وہ باہر نکل کر پُوری طاقت سے بھاگنے لگی۔ اس نے یہ بھی نہ سُنا کہ ابّا اسے پکار رہے تھے "رُک جاؤ بٹیا! پہلے کھانا لے آؤ، لوٹ آؤ بٹیا! میں ٹھیک ہوں۔"

ڈسپنسری تک پہنچتے پہنچتے اس کی سانس پُھول گئی، اسٹول پر بیٹھا ہوا کمپونڈر بڑے مزے سے نان کے ساتھ بوٹیاں کھا رہا تھا۔ جب وہ ڈسپنسری کے اندر جانے لگی تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"ڈاکٹر صاحب واک کے لیے گئے ہیں بی بی!" نِوالہ نگلنے کے بعد اس نے بتایا۔

"کب آئیں گے؟"

"آ جائیں گے بی بی! اب دیکھو نا، جب تک بندہ ٹہلے نہیں، روٹی کیسے ہضم ہو۔ بس آتے ہی ہوں گے۔"

"میرے ابّا بہت بیمار ہیں۔" وہ کمپونڈر کو التجا سے دیکھنے لگی۔ "جب ڈاکٹر صاحب آئیں تو ان سے کہنا منشی رمضان صاحب کو آ کر دیکھ لیں۔" یہ پیغام اس نے بالکل اسی طرح دیا جیسے ایک بار رات کو وہ اپنی گلی میں رہنے والے ڈاکٹر کو دے آئی تھی۔ اس رات بھی ابّا کے پیٹ میں سخت درد اُٹھا تھا۔ ڈاکٹر چند منٹ بعد آ گیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ آپریشن کرا کے اپینڈ کس نکلوا دیں۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد ابّا بہت ہنسے تھے "کل کو ڈاکٹر صاحب کہیں گے کہ پیٹ ہی بدلوا لو۔" ساجدہ نے کیسا کیسا سمجھایا مگر ابّا تو آپریشن کی بات ہی سننے کو تیار نہ تھے۔ باپ کی کم علمی بعض وقت اسے خُون کے آنسو رُلاتی۔

وہ چند منٹ تک کھڑی ڈاکٹر کا انتظار کرتی رہی اور پھر یہ سوچ کر دوڑ پڑی کہ ابّا اکیلے ہیں مگر جب وہ ابّا کے پاس پہنچی تو وہ اکیلے نہیں تھے، ان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے اور ڈاکٹر بھی سر جھکائے خاموش کھڑا تھا۔ ساجدہ کو دیکھ کر لوگ ابّا کے پاس سے ہٹ گئے۔ ابّا کے سرھانے رکھی ہوئی لالٹین ٹمٹما رہی تھی۔

"آپ یہاں ہیں، میں آپ کو ڈسپنسری میں تلاش کر رہی تھی۔ اب ابّا کی طبیعت کیسی ہے؟" وہ ڈاکٹر کو اُمید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "ابّا ٹھیک ہیں نا، آپ کو کس نے بتایا کہ میرے ابّا بیمار ہیں؟"

"میں نے اِن کو ادھر سے گزرتے دیکھا تو بلا لیا تھا۔" ایک بزرگ سے آدمی نے بھرّائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"میں پوچھ رہی ہوں میرے ابّا کیسے ہیں؟" وہ تقریباً چیخ پڑی۔ سب خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

”میں ڈیوٹی پر تھا، اگر میں واک پر نہ گیا ہوتا تو......“ اس نے ساجدہ کی وحشت زدہ آنکھوں میں جھانک کر سر جھکا لیا۔

”مجھے اپنے جُرم کا احساس ہے۔“

”اللہ کی مرضی، اللہ کی مرضی۔“ کئی آوازوں نے ایک ساتھ کہا۔ تب اسے احساس ہوا کہ ابّا مر گئے اور اس احساس کے ساتھ ہی وہ سر سے پاؤں تک سُن پڑ گئی۔ اس نے ڈاکٹر کو جاتے دیکھا، لوگوں کو ہٹتے دیکھا، پھر وہ ایک کم زور شاخ کی طرح جھکنے لگی، تو کئی ہاتھوں نے اُسے تھام لیا۔

جب وہ ہوش میں آئی تو اس نے دیکھا کہ ادھیڑ عمر کی عورتیں بیٹھے بیٹھے ایک دوسرے کا سہارا لیے سو رہی تھیں اور دو سپارے ان کے سامنے کھلے ہوئے تھے۔

وہ آہستہ سے اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ابّا کے چہرے سے چادر سرکا کر لالٹین کی بتّی اونچی کر دی۔ سرد، اُداس اور ویران چہرہ جیسے اس سے سرگوشی کر رہا تھا ”اری بٹیا! زندگی کے حساب میں بھی غلطی ہو گئی۔ اب تم کیا کرو گی؟“

اس نے اپنا چہرہ ان کے ٹھنڈے چہرے پر رکھ دیا اور اس طرح گھٹ گھٹ کر رونے لگی کہ کہیں کوئی اس کے آنسوؤں کی آہٹ نہ سُن لے، کوئی اس کے غم کی راہ کو صبر کے لفظوں سے کھوٹا نہ کر دے۔

(ماخوذ از: زمین)

مشق

سوال ۱: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(الف) ساجدہ اپنے ابّا کے پاس واپس آئی تو اُس نے کیا دیکھا؟

(ب) ساجدہ ابّا کو کھانا لینے کے لیے کیوں نہیں جانے دینا چاہتی تھی؟

(ج) کمپاؤنڈر کی گفتگو سے کیا ظاہر ہو رہا تھا؟

(د) ساجدہ کو دیکھ کر ڈاکٹر نے کیا کہا؟

(ہ) میّت کے پاس بیٹھے لوگوں کا کیا رویّہ تھا؟

(و) جانے والی بات سناتے ہوئے ابا کی آنکھوں میں چمک کیوں آ جاتی تھی؟

سوال ۲: کہانی کا انجام، پڑھنے والے کے ذہن پر کیا اثرات مرتّب کرتا ہے؟

سوال ۳: سبق کے مرکزی خیال پر روشنی ڈالیے۔

سوال ۴: اپنے اسکول یا علاقے میں ہونے والی کسی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال تحریر کیجیے۔

سوال۵: دُرست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے:

۱- ساجدہ کے بیمار والد کا نام تھا:

(الف) منشی رمضان (ب) جمعہ خان

(ج) رجب علی (د) مولوی معراج

۲- ابّا کے سخت درد اُٹھا تھا:

(الف) کان میں (ب) سر میں

(ج) پیٹ میں (د) دل میں

۳- ساجدہ ڈسپنسری پہنچی تو ڈاکٹر گیا ہوا تھا:

(الف) واک کے لیے (ب) ناشتے کے لیے

(ج) دوسرے شہر (د) دوسرے مریضوں کو دیکھنے

۴- ڈاکٹر کے ساجدہ سے اپنے جرم کا اعتراف کی وجہ تھی:

(الف) وہ دیر سے مریض کو دیکھنے گیا (ب) ابّا کو ڈاکٹر نے آپریشن کے لیے تیار نہیں کیا

(ج) اپنی ڈیوٹی چھوڑ کر واک کرنے چلا گیا تھا (د) اپنے فرض منصبی سے غفلت برتنا

۵- ابا کی وفات کی اصل وجہ تھی:

(الف) پیٹ کی تکلیف (ب) ساجدہ ابا کو اکیلا چھوڑ کر ڈاکٹر کو بلانے چلی گئی

(ج) وقت پر فوری طبّی امداد کا نہ ملنا (د) ڈاکٹر کے آپریشن کے مشورے پر عمل نہ کرنا

سوال۶: درج ذیل اقتباسات کی تشریح بہ حوالہ سیاق وسباق کیجیے:

(الف) ''ڈاکٹر کے جانے کے بعد ابّا بہت ہنسے تھے ''کل کو ڈاکٹر صاحب کہیں گے کہ پیٹ ہی بدلوالو۔'' ساجدہ نے کیسا کیسا سمجھایا مگر ابّا تو آپریشن کی بات ہی سُننے کو تیار نہ تھے۔ باپ کی کم علمی بعض وقت اسے خُون کے آنسو رُلاتی۔''

(ب) ''اس نے ابّا کے چہرے سے چادر سرکا کر لالٹین کی بتّی اونچی کر دی۔ سرد، اُداس اور ویران چہرہ جیسے اس سے سرگوشی کر رہا تھا ''اری بٹیا! زندگی کے حساب میں بھی غلطی ہوگئی، اب تم کیا کرو گی؟''

سوال۷: ''ہمیں آزادی کی قدر کرنا چاہیے'' اس عنوان سے ایک مضمون لکھیے۔

☆ واوین(“ ”) (INVERTED COMMAS)

جب کسی کا قول، اُسی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے تو اس کے شروع میں اور آخر میں یہ علامت لاتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ حصہ باقی عبارت سے الگ ہے اور کسی دوسرے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح کسی مشہور شعر کے کسی ٹکڑے کو کسی خاص ترکیب کو یا نثر کے کسی خاص ٹکڑے کو جب اپنی عبارت میں کھپاتے ہیں تو اسے کو ممتاز کرنے کے لیے ”واوین“ میں مُقیّد کرتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی لفظ یا مجموعہ الفاظ کو ایک خاص معنی میں یا ایک خاص طرح استعمال کیا گیا ہے اور پڑھنے والوں کی توجہ کو اس خاص اندازِ استعمال کی طرف مبذول کرانا مقصود ہے۔ اس صورت میں بھی ان الفاظ یا لفظ کو ”واوین“ میں لاتے ہیں۔ کبھی بعض اصطلاحوں کو بھی ”واوین“ میں لکھا جاتا ہے تاکہ وہ اس عبارت میں آمیز نہ ہونے پائیں۔

سرگرمیاں

۱- طلبہ اپنے معلم کی مدد سے کوئی عدالتی فیصلہ یا وکالت نامہ حاصل کر کے باری باری کمرۂ جماعت میں پڑھیں گے۔

۲- طلبہ اپنے سنے یا پڑھے ہوئے کسی ڈرامے / کہانی کے چند جملے سن کر ہم جماعتوں کو سیاق وسباق سے آگاہ کریں گے۔

برائے اساتذہ

علمی / ادبی / تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے طلبہ کی مدد اور رہ نمائی کیجیے۔